بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا
احمد علی
رحمۃ اللہ علیہ

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

22/9

مساواتِ محمدیؐ

غزوۂ بدر میں پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کی صفوں کو درست فرما رہے
تھے آپؐ کے دستِ مبارک میں تیر تھا، جس سے آپ اشارہ کرتے جاتے، صف سیدھی کرتے
ہوئے جب آپؐ سواد بن غزیہؓ کے پاس آئے تو وہ صف کی سیدھ سے نکلے ہوئے تھے......
آپؐ نے ان کے پیٹ کو تیر سے چوکا دیا، اور فرمایا، اے سواد! برابر ہو جاؤ۔ سواد بول
اٹھے یا رسول اللہ! آپؐ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے حالانکہ رب العالمین نے آپ کو
حق اور انصاف دے کر مبعوث فرمایا ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپؐ سے بدلہ لوں،
یہ سنتے ہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک کھول دیا، اور فرمایا بدلہ لے لو،
حضرت سوادؓ یہ دیکھ کر آپؐ سے لپٹ گئے اور شکم مبارک کو بوسہ دیا ——
دنیا کا وہ کون بادشاہ، صدرِ جمہوریہ، وزیرِ اعظم یا پارٹی چیئرمین اور امیرِ جماعت ہے
جس نے اجراءِ عدل و انصاف کیلئے خود کو عام آدمی کے مساوی پیش کیا ہو ——؟
بلاشبہ حقیقی عدل و مساوات صرف اسلام کے دامنِ رحمت میں ہے۔

۷۵ پیسے
۲۳ جولائی ۷۶ء

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مومن کے درمیان شفقت

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَىٰ عُضْوٌ تَدَاعَىٰ لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت کے اندر آپس کے رحم، محبت اور میل جول کا اندازہ کرنا ہو تو آدمی کے بدن کی طرف دیکھو۔ اگر کسی عضو کو کوئی دکھ پہنچتا ہے تو سارے بدن میں کھلبلی مچ جاتی ہے۔ بخار چڑھ جاتا ہے اور نیند بھاگ جاتی ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے پھرتے ہیں کہ میاں ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اسلام ہے کیا چیز؟ ان سے کہہ دو کہ آپ سمجھنے کی ٹھیک طور پر کوشش کرتے ہی نہیں۔ کسی نے بہت تیر مارا تو محلہ کے امام صاحب کے پاس پہنچ گئے اور ان سے تھوڑی دیر سر مار کر ویسے ہی چلے آئے جیسے گئے تھے۔ اور ایسا بھی کوئی کوئی ہی کرتا ہے کیونکہ اس میں بھی کچھ نہ کچھ محنت کرنی پڑتی ہے اس سے زیادہ یہ آسان ہے کہ پیسہ کمانے کی دھن میں سارا وقت بسر کیا اور جب جی میں آیا تو زبان چلا دی کہ بس جی بس دیکھ لیا۔ فقط نام کو پوچھتے ہیں ورنہ اسلام میں کچھ نہیں رکھا۔ اگر ہوگا تو کبھی پہلے ہوگا۔ آج کل تو بس اللہ کا نام ہے باقی خیر صلّا۔ یہ ٹھیک ہے بھلا جب ہم جیسے لوگ رہ گئے ہوں تو اس سے زیادہ اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔

خود غور کریں کہ نام کے مسلمان اور غیر مسلموں کے درمیان کیا کچھ فرق ہے۔ ہندوؤں کا یہ عالم ہے کہ کبھی پنڈت جی کے پاس چلے جاتے ہیں اور رام رام کر کے چلے آتے ہیں۔ مذہبی کتاب کو ہاتھ منع ہے۔ اسے فقط پنڈت جی ہی سمجھ سکتے ہیں لیکن اسلام کا حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ مسلمان کو قرآن مجید آج بھی پکار پکار کر دعوت دے رہا ہے کہ آ میرا سبق پڑھ، تیرے کام وہی آئے گا جو تو خود سمجھے گا۔ دوسرے پر مت ٹال اور اسے خود دیکھ اور اپنے آپ کو درست کر۔

دیکھو اس حدیث میں کیا لکھا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت ایک بدن کی طرح ہے اور ہر آدمی اس بدن کا ایک حصہ ہے بدن کے کسی عضو میں کچھ گڑبڑ ہو جائے تو سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے۔ بخار چڑھ جاتا ہے، نیند کافور ہو جاتی ہے۔ اور جب تک اس کا دکھ نہ جاتا رہے سارا بدن بے قرار ہی رہتا ہے۔

یہ ہے اسلام اور اس کی تعلیم مسلمانوں کو اسی طرح ملا دیتا ہے کہ ایک مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو ساری جماعت بے قرار ہو جاتی ہے اور جب تک اس کی تکلیف دور نہ ہو جائے چین سے نہیں بیٹھتی۔ اس لیے اٹھو اور ایسی جماعت بنانے کی کوشش کرو اور جب تک ایسی قوم تیار نہ ہو جائے سمجھ لو کہ ہم مسلمان کیا آدمی بھی مشکل ہی سے ہیں کیونکہ اسلام کہتا ہے کہ جب تم اپنے اندر اس قدر اتحاد قائم کر لو تو پھر دوسروں کو دعوت دو کہ آؤ اور اس برادری میں شامل ہو جاؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
جلد نمبر ۲۲ — شمارہ نمبر ۹
جاری کردہ
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز
مدیر مسئول
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
سرپرست التحریر
مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی
ادارہ تحریر میں
◎ مولانا محمد اجمل
◎ زاہد الراشدی
◎ حاجی محمد صدیق
بدل اشتراک
سالانہ ۳۵ — ۰۰
ششماہی ۱۸ — ۰۰
سہ ماہی ۹ — ۵۰
فی پرچہ — ۷۵

اِتَّقُوا اللّٰہَ

پاکستان کی مختصر سی عمر ہے یعنی یہی کوئی ۳۰ برس کے لگ بھگ، لیکن یہاں ظلم و ناانصافی کے نت نئے نئے طریقے جو اپنائے گئے ان سے بڑے بڑے آمروں، ڈکٹیٹروں اور غاصبوں کی یاد ہی تازہ نہیں ہوئی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اور ان کے سیاہ کارنامے آج کے مقابلہ میں ہیچ محض ہیں

ان ناانصافیوں کی کوکھ سے جن مصائب و آلام نے جنم لیا ان کی فہرست بھی بہت طویل ہے جن میں سب سے زیادہ افسوسناک اور پریشان کن سقوط ڈھاکہ کا واقعہ ہے

یہ واقعہ اتنا المناک اور شرمناک ہے جس کی مثال مسلمانوں کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ ایک خدا، ایک نبی، ایک قرآن کو ماننے والے اور ایک قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے، حقوق کے مسئلہ پر الجھتے ہیں اور یہ الجھاؤ بالآخر انسانیت کو درندگی کے مقام پر لا کھڑا کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسانی عزت و آبرو اور جان و مال کا وہ ضیاع ہوا کہ الامان!

حالانکہ ہم جس نبی اُمّی کے نام لیوا ہیں اس نے ایک دوسرے کے خون اور عزت و مال کی حفاظت سے متعلق بڑے اہم ارشادات فرمائے۔ حتیٰ کہ حجۃ الوداع کے عظیم ملی اجتماع میں اس عمل کو کفر قرار دیا کہ تم پھر ایک دوسرے سے الجھ کر ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

لیکن ہم ہیں کہ ان کا نام بھی الاپتے چلے جا رہے ہیں اور ہر ہر کام میں ان کی صریح اور واضح مخالفت بھی ہے

— (۱) —

اگر محض موجودہ دور اقتدار کی ناانصافیوں کا جائزہ لیا جائے تو ہمارے خیال میں پچھلے تمام ادوار کے مکروہ ڈرامے آج کے مقابلہ میں ہیچ محض نظر آئیں گے

ڈھاکہ کے المناک حادثہ کے بعد طرزِ عمل میں تبدیلی کی توقع تھی۔ ہر ایک کو تھی اور ہر ایک کا خیال تھا کہ آئندہ کوئی ایسی غلطی نہ ہوگی جو پھر کسی قیامت کا باعث بنے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ہر آنے والا دن اپنے جلو میں پہلے سے زیادہ تاریکیاں لے کر آتا ہے۔

اب حالت یہ ہے کہ ہوسِ اقتدار کے پجاریوں کا پیریڈ ختم ہونے والا ہے اور نئے انتخاب کی آمد آمد ہے لیکن یار لوگ بجائے اس کے کہ حالات کو معمول پر لانے کی کوشش کریں اور بہتر ماحول میں انتخاب کرانے کا اہتمام کریں۔ ان کی نخوت، غرور اور دھن دھونس دھاندلی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

اگر آپ ملک کے حالات کا سرسری نظر سے بھی جائزہ لیں تو آپ کو ملک ایک جیل خانہ نظر آئے گا۔

آج کے دور میں جو چیز سب سے زیادہ اندوہناک اور انسانیت سوز ہے وہ ہے ڈی۔پی۔آر۔ جسے صحیح الفاظ میں ڈی۔پی۔آر کہنا چاہیے۔ آج ملک میں اس دفعہ کا جس بے دردی اور بے دریغ طریق سے استعمال ہو رہا ہے۔ وہ کسی واقف کار آدمی پر مخفی نہیں۔ مختصر یہ کہ جس کو ٹھکانے لگانا مقصود ہو اس کو اس دفعہ میں دھر لیا جاتا ہے اور پھر غضب یہ ہے کہ ملک کی باقاعدہ عدالتوں کے موجود ہونے کے باوصف اس سلسلہ کے تمام مقدمات کے لیے صوبائی سطح پر ٹربیونل قائم ہیں جو پورے صوبے کے مجرمین کے مقدمات کی سماعت کرتے ہیں ـــ ہائی کورٹ ہو یا کوئی نچلی عدالت ڈی۔پی۔آر کی عفت مآب دوشیزہ کو چھیڑ نہیں سکتے۔ سزا اور فیصلہ تو جو ہوگا سو ہوگا لیکن اس سلسلہ میں جو طریق کار ہے وہ ایک مستقل سزا ہے اور اس کا ہر اس شخص کو علم ہوگا جسے کسی نہ کسی طریق سے واسطہ پڑا۔

گستاخی معاف! ہمارے یہاں عدالتوں کا طویل طریق کار پہلے ہی پریشانیوں کا باعث تھا جس کی نشاندہی ابھی چند دن پہلے ایک قابل احترام ریٹائرڈ جج نے بھی کی ہے لیکن ان ٹربیونلز نے تو حد کر دی۔

ڈی۔پی۔آر کا فلسفہ آج کے دور میں اس لیے ناقابلِ فہم ہے کہ پڑوسی ملک ہندوستان جس سے نفرت اور ہزار سالہ جنگ کی بنیاد پر یار لوگوں نے ہر قیمت حاصل کیا۔ اس سے صلح ہو چکی ہے بلکہ معاملہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ دھن، دھونس، دھاندلی کے سارے ریکارڈ اب تو وہاں بھی اپنے جھنڈے گاڑ دیے گئے ہیں جہاں ہمیں منہ کی کھانا پڑی تھی۔

اس کے علاوہ ایمرجنسی ہے، دفعہ ۱۴۴ ہے، ۱۶ ایم پی او ہے۔ اور اس نوع کے دیگر ایسے قوانین ہیں کہ پناہ بخدا!

ان جکڑ بندیوں سے سارا ملک جاں بلب ہے، انسانیت کراہ رہی ہے، ملک کے صفِ اول کے رہنما جیلوں میں ہیں، کارکنوں کی کثیر تعداد پسِ دیوارِ زنداں ہے، طالب علم، مزدور، کسان کوئی طبقہ نہیں جو ان چیرہ دستیوں کا شکار نہ ہو۔ حتیٰ کہ خدا کے گھر کو نیشنلائز کرنے کی احمقانہ ہوس نے گوجرانوالہ میں طوفان بپا کر رکھا ہے ۵۰۰ کے قریب شہری اور طالب علم محض احتجاج کرنے پر جیل میں ہیں، متعدد سیاسی اور مذہبی رہنما مقدمات کا شکار ہیں۔ لیکن یار لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

ایسے میں کوئی لمبی چوڑی بحث کی بجائے ان لوگوں سے قرآن کے الفاظ میں اتنا ہی کہنا مناسب ہے کہ

"خدا سے ڈرو"

کیونکہ بفحوائے حدیثِ نبوی ﷺ مالکِ کائنات ظالم کو ڈھیل تو دیتے ہیں لیکن جب پکڑتے ہیں تو پھر چھٹکارا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

تاریخ عالم فراعنہ، قارون، ہٹلر اور مسولینی جیسے افراد کے انجامِ بد کا چیخ چیخ کر اعلان کر رہی ہے لیکن ایسے غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ پرواہ ہی نہیں۔

یہ غفلت، عدم فہمی اور حقائق سے سبق نہ سیکھنے کی روش بالآخر تباہی اور خطرناک تباہی کا باعث بنتی ہے۔ ہم پوری دلسوزی کے ساتھ انسانی ہمدردی کے جذبہ سے گزارش کریں گے کہ ایسے کام نہ کریں کہ اقتدار کے بعد اور تو اور سگے بندے بھی قریب نہ پھٹکیں۔ دنیا نام انقلاب کا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ جو کنویں تیزی کے ساتھ دوسروں کے لیے کھود رہے ہیں وہ آپ کے لیے پیامِ اجل ثابت ہوں کہ چاہ کندہ را چاہ درپیش مشہور ہے۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : ادارہ

اسلام کی توہین و مذاق پر عبرتناک سزا دی جائے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم

بعد از خطبہ مسنونہ :

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ صدق اللہ العظیم -

آج کی معروضات کا عنوان ہے کہ اولیاء کرام کے لیے نہ آج کسی قسم کا خوف ہے نہ کل کسی قسم کا غم انہیں ستائے گا -

حضرت لاہوریؒ اور خدمتِ اسلام

دراصل یہاں حضرت رحمہ اللہ کی برکت سے اسلام کا بول بالا ہوا ، دین کا اجالا ہوا اور قرآن کے چشمے ابلنے لگے - اور یہ ایک اتفاق تھا کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے ایک فرزند کو دلی سے ہتھکڑی لگوا کر یہاں بھجوایا - حضرتؒ فرماتے تھے کہ اس خطہ پنجاب کی خدمت اللہ نے مجھ سے لینی تھی - اور مجھے پیدا بھی گوجرانوالہ کے ایک قصبہ میں کیا - لیکن حالات نے مجھے دلی میں خدمت قرآن سونپی تاہم خدا کی قدرت کہ ریشمی رومال کی تحریک نے مجھے لاہور میں نظر بند کرا دیا - اور اس طرح یہ تمہید بنی یہاں خدمتِ قرآن کی -

تو گویا خدمتِ قرآن کا یہ چلتا پھرتا مجسمہ لاہور منتقل ہو گیا اور دھیرے دھیرے لوگ ان کی عظمت اور ان کے مشن کی اہمیت کا احساس کرنے لگے - اور اب بھی حضرتؒ کے ابتدائی دور کے بعض ساتھی موجود ہیں - حاجی دین محمد صاحب ، عبدالحمید بٹ صاحب کا خاندان وغیرہ ! اسی طرح منشی عبدالواحد صاحب کا خاندان تھا - ان کے بزرگ حاجی فضل دین صاحب تھے جو کپڑے کے بیوپاری تھے - یہاں مسجد نہ تھی چھوٹا سا تھڑا بنا رکھا تھا نماز کے لیے پولیس والوں نے کہ یہاں پولیس لائن تھی - وہ بعد میں یہاں سے منتقل ہو گئی - پھر آج جو کچھ ہے وہ قرآن کی خدمت کا ثمر ہے -

حضرت لاہوریؒ کے مشائخ اور والدین

اللہ تعالےٰ نے حضرتؒ کو حضرت امروٹیؒ اور حضرت دین پوری کی خدمت میں پہنچایا ، ان کے والد جوانی میں اسلام لائے تھے - البتہ ہماری دادی صاحبہ پیدائشی مسلمان تھیں - ہمارے دادا صاحب کو گھر سے نکال دیا گیا لیکن یہ ایسا نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے -

صحابہ کرام کو کیا کیا سختیاں برداشت کرنا پڑیں لیکن پائے استقامت میں لغزش نہ آئی — جناب صدیق اکبرؓ نے کئی ایک لوگوں کو خرید کر کے آزاد کرایا - سختی سہنے والوں میں حضرت سمیہ بھی تھیں جو اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں - تو گویا یہ سلسلہ روزِ اول سے چل رہا ہے - لیکن مارپیٹ اور سختی مزید استقامت کا باعث بنی لغزش پیدا نہ ہوئی - ہمیشہ یہ حال رہا کہ ؏

لذتِ جرم بڑھتی ہے ہر سزا کے بعد

بہرحال ماں باپ کی خواہش تھی کہ راہِ راست پر آ جائے اور یہ طرفہ تماشہ ہے کہ جب کسی نے کلمۂ حق کہا اور حق کو قبول کیا تو گم کردہ راہ افراد نے اسے بدراہ سمجھا اور اپنے آپ کو راہ حق پر ! خود حضور علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہوا اور یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ غلط راہ پر چلنے والے اپنے آپ کو راہِ حق پر

سمجھیں اور پھر اس وجہ سے ڈھٹائی کا مظاہرہ کریں۔ تو حضرت کے والد صاحب کو خدا نے استقامت بخشی۔ قریب میں ایک چودھری صاحب تھے، تھے اَن پڑھ، ان کے دل میں خدا نے رحم ڈالا کہ اس کو اسلام کے لیے گھر سے نکالا ہے اور ماں باپ ظلم کرتے ہیں تو انہوں نے پناہ دی بلکہ اپنی بیٹی بھی دے دی۔ وہ زمینداری میں بھی حصہ دینا چاہتا تھا۔ لیکن ان کا مقصد دنیاداری تو تھا نہیں وہ خود زرگر تھے۔ زرگری کا کام کرتے تھے۔

ہمارے دادا کے اسلام لانے کا واقعہ

مَیں نے عرض کیا کہ وہ زرگری کا کام کرتے تھے، سونا خریدنے کلکتہ گئے وہاں بیمار پڑ گئے تو جس ہندو کے یہاں گئے تھے اس کے مسلمان ملازم نے منہ میں پانی ڈال دیا تو ہندوؤں نے شور مچا دیا کہ "اوہو یہ مُسلا ہو گیا" بھرشٹ ہونا ہندوؤں کے یہاں بہت بڑا ہے۔ وہ چونکہ پہلے بھی مسلمانوں کو نماز وغیرہ پڑھتا دیکھتے اور ان کے دل میں رغبت پہلے بھی تھی وہ اسی دین کو سچا سمجھتے تھے۔

اسلام دینِ فطرت!

چونکہ اسلام کو اللہ تعالےٰ نے نسلِ انسانی کے لیے مقدر کر رکھا ہے اور حضور علیہ السلام نے ہر نئے پیدا ہونے والے کے متعلق خوش خبری دی کہ وہ فطرت پر ہوتا ہے۔ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ (الحدیث) اس لیے تعصب و ہٹ دھرمی سے بچ کر آدمی چلے تو اس کو قبولیتِ حق کی توفیق جلدی نصیب ہو جاتی ہے۔ یہی دین برحق ہے اور رہتی دنیا تک کے لیے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے کام آئے گا اسی کو خدا نے دینِ کامل فرمایا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیہ۔ یہی دینِ فطرت اور دینِ حق ہے جس کی ابتدا سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوتی۔ وہ پہلے مسلمان ہیں۔ اسلام کا معنی ہے گردن نہادن بطاعت اپنے آپ کو سونپ دینا۔

کفر کی مُہر

اس دینِ حق و فطرت سے جو منہ موڑتا ہے اور برابر سرکشی میں چلا جاتا ہے اس پر مہر لگ جاتی ہے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ۔ لیکن یہ مہر اللہ نہیں لگاتے۔ اللہ کو کیا پڑی کہ آپ کو کافر بنائے وہ آپ کو مسلمان بنانا اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ شیطان کا کام ہے اور انسان کی اپنی سرکشی و تمرد کا ثمرہ ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ گناہ سے دل پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے۔ جیسے نیکی کا نور چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور قرآن میں بھی سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ کہ ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات ہیں۔ اسی طرح گناہ کی ظلمت اثر کرتی ہے اور دوسرے گناہ سے دوسرا نکتہ پھر تیسرا حتیٰ کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے، فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔ نورِ بصیرت بجھ جاتا ہے۔ جس سے انسان تباہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اندھیرے اجالے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اندھیرے میں سجھائی نہیں دیتا۔

آمدم برسرِ مطلب

بات سے بات نکلی ذکر حضرت کے والد صاحب کا تھا کلکتہ میں جو واقعہ ہو گیا اس کو اپنے حق میں تائیدِ غیبی سمجھا جمعہ کا دن، مسجد گئے، غسل کر کے کپڑے پہنے ان سے کہا۔ مجھے کلمہ پڑھاؤ اور نماز سکھاؤ۔ واپس آئے تو گھر والے نمازوں سے حیران۔ اس پر مار پٹائی ہوئی تو چلے آئے۔ جلال ان کا قصبہ تھا یا ہو چک کا چودھری لے آیا، شادی کر دی۔ اس کے بعد ہمارے دادا شیخ حبیب اللہ صاحب چنیوٹ میں کسی کے پاس جا کر اللہ کا نام سیکھتے رہے۔ حضرت ان کے پہلے بیٹے تھے۔ حضرت فرماتے ہوش سنبھالا تو ایک دن بھی ایسا نہ آیا کہ میرے والد اور والدہ تہجد اور ذکر کا ناغہ کریں۔ مکان کے متصل مسجد تھی والد مسجد میں والدہ گھر میں۔

حضرت کو خدمت کے لیے وقف کر دیا

اور انہوں نے اپنے پہلے بیٹے یعنی حضرت کو وقف

کر دیا۔ اس کو کہتے ہیں "محرر" جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق ہے۔ ان کے والدین نے منت مانی کہ لڑکا بیت المقدس کے لیے وقف کریں گے۔ لڑکی ہوئی تو غم ہوا۔ لیکن اللہ نے فرمایا یہ لڑکی ہزار لڑکوں سے بہتر ہے انہی سے آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خرق عادت کے طور پہ پیدا ہوئے۔ اللہ نے حضرت کو قبول کیا۔

حضرت کی تعلیم و تربیت

ابتدا میں سکول میں چند جماعتیں پڑھیں پھر گوجرانوالہ جامع مسجد میں مولانا عبدالحق سے پڑھا۔ اس دوران مولانا عبیداللہ سندھی جو رشتہ میں چچا زاد بھائی اور چچا بھی لگتے تھے اور جنہیں بچپن میں اللہ نے اسلام کی توفیق بخشی۔ وہ سیالکوٹ کے تھے پر ڈیرہ غازی خان رہے لیکن اسلام کا اعلان سندھ میں حضرت کے دادا پیر حافظ محمد صدیق بھر چونڈی رحمہ اللہ کے یہاں ہوا اس لیے سندھی کہلاتے ہیں۔

حضرت سندھیؒ کی رہنما کتابیں

ان کو خدا نے حضرت شاہ محمد اسمٰعیل دہلویؒ کی کتاب پڑھ کر توفیق ہوئی جنہیں آج لوگ برا بھلا کہتے نہیں شرماتے اور مولانا محمد کی کتاب احوال الآخرت بھی باعث بنی۔ اس کے علاوہ ایک پنڈت صاحب جو مسلمان ہوگئے اور عبیداللہ نام رکھا ان کی کتاب تحفۃ الہند پڑھی مسلمان ہوگئے۔ اس کی مناسبت سے نام عبیداللہ رکھ لیا۔

ہمارے دادا صاحب کے لیے باعث منہ میں پانی ڈالنا بنا تو ان کا یہ ہوا کہ والدہ نے کہہ دیا کہ تمہارے باپ ہندو سے سکھ ہوئے تھے کیونکہ سکھ مت میں توحید ہے۔ اب حقیقی توحید کی تلاش میں مسلمان ہوگئے۔ بچپن کی محبت کے بعد یہ کتابیں پڑھیں اور فیصلہ کر لیا کہ جب سچائی کی بنیاد توحید ہے تو پھر سچی توحید اسلام میں ہے۔

سچی توحید

توحید کا دعوےٰ دار ہر ایک ہے۔ ہندو، سکھ، عیسائی سب یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ خدا کے سوا باقی کا ماننا درجہ بدرجہ کہتے ہیں۔ اور ہزار ہا قسم کی تاویلیں گھڑتے ہیں جو وہ راز کار ہیں مثلاً عیسائی دو کو خدائی میں شریک کر کے مجموعہ کو ایک کہتے ہیں۔ التوحید فی التثلیث کا حماقت بھرا اصول ہے۔

ہندو بھی "ایشور" کی حد تک ایک ہی کا قائل ہے لیکن ہزاروں اوتاروں کو مانتا ہے اور تاویل کرتا ہے۔ اور بدقسمتی سے خدائی اختیارات کی تقسیم کا نامعقول عقیدہ خود نام نہاد مسلمانوں میں بھی ہے۔ اس لیے موحد علماء کہتے ہیں کہ یہ روش تو غیروں میں بھی ہے پھر ان میں اور ہم میں کیا فرق؟ اسلام نے یہ سکھایا کہ وہی ہے اور کچھ نہیں سب کچھ دینا۔ مصائب ٹالنا، منبع خیر و برکت اسی کی ذات ہے۔

حضرت کو حضرت سندھی کے سپرد کرنا

تو والدین نے حضرت کو مولانا سندھی کے سپرد کر دیا انہوں نے اپنا لیا اور یہ یوں ہی ہے جیسے حضرت سلمان فارسی جنہوں نے ایران میں آنکھ کھولی وہاں آگ کی پوجا کرتے تھے پھر عیسائیت کی گود میں پناہ لی، یہودیت کے یہاں پناہ لی اور بالآخر اسلام کی آغوش میں آئے تو آپ نے رشتہ مواخات کے وقت انہیں اپنا بنا لیا اور اپنے اہل بیت میں شمار کر لیا۔ حضرت سلمان کی فطرت ان طور طریقوں سے اِبا کرتی تھی اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ انسان ہو کر غیر کے سامنے جھکے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سجدہ سوائے خدا بالکل غلط! جواز ہوتا تو بیوی کے لیے حکم ہوتا کہ خاوند کو کرے۔ لیکن ہے حرام! اگرچہ تعظیمی ہو۔

لوگ ذکر یوسفی کے سجدہ کی مثال دیتے ہیں لیکن ہم شریعت محمدیؐ کی بات کرتے ہیں جہاں قطعاً گنجائش نہیں۔ وہاں تھی ٹھیک ہے یہاں نہیں نبیؐ نے منع فرمایا لیکن بدقسمتی سے قبروں پہ ٹھا سجدے ہو رہے ہیں یہ ڈھٹائی ہے۔

حضور علیہ السلام کی آخری نصیحت

جب کہ ہماری کتابوں میں واضح طور پہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری نصیحت امت کو یہ کی میری قبر کو

سجدہ گاہ نہ بنانا۔ آپ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اس لیے لعنت کا شکار ہوئے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ خبردار ! تم ایسا مت کرنا۔ نبیؐ یہ فرمائیں اور آج کے مسلمان کا عمل ! الامان الامان

حضرت سلمان فارسی کا جذبۂ صادقہ

تو بات حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی تھی۔ انہوں نے تین چار راہبوں کی خدمت کی۔ آخر میں اس نے کہا۔ کہ نبی خاتمؐ آنے والا ہے۔ کھجوروں کے جھنڈ والے شہر میں وہ آئے گا۔ اب سیدھے اس کے پاس جانا اور کہیں نہ جانا۔ ایسے مواقعہ پر جگر کا شعر آجاتا ہے ؎

اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے
میں دو ڈ چلوں منزل کی طرف، سامنے منزل آجائے

وہ زمانہ پیدل سفر کا تھا چلے تو بیگار میں پکڑے گئے، غلام بن گئے۔ چونکہ خدا نے وہاں پہنچانا تھا۔ اس لیے ایسے لوگوں کے ہاتھ بکے جو مدینہ کے قریب میں رہتے حضور علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ آچکے تھے۔ آخری راہب نے ان کو نشانیاں بتا دی تھیں کہ وہ نبی ہدیہ لے گا صدقہ نہیں لے گا اور ان کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ انہوں نے صدقہ پیش کیا آپ نے فرمایا غربا کو دے دو۔ پھر ہدیہ پیش کیا وہ آپ نے لے لیا پھر کسی طرح مہر نبوت دیکھ لی۔ فوراً کلمہ پڑھ لیا۔

رہائی کا واقعہ

انہوں نے جا کر یہودی مالک سے کہا جس مقصد کے لیے یہ دکھ اٹھائے وہ حاصل ہو گیا رہائی کیونکر ہو گی؟ اس نے کہا کھجور کے ... درخت لگاؤ جب وہ پھل دیں گے تب رہائی ہو گی یعنی نہ ۹ من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔ جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ زمین تم طیار کرو۔ درخت میں لگاؤں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک آدھ کے سوا سب درخت آپؐ نے لگائے ایک یا دو حضرت عمرؓ نے۔ ان سب نے اسی سال پھل دیا۔ وہ ایک دو رہ گئیں۔ اس نے پھر زیادتی کی

آپ نے پھر عرض کیا تو آپؐ نے ان دو قلموں کو نکالا اور لگا دیا۔ وہ سارا باغ محفوظ ہے اور دو درختوں کے متعلق تو کہتے ہیں کہ ہو بہو وہ ہیں۔ دنیا ان کی زیارت کرتی ہے۔ خدا نے مجھے بھی بارہا مرتبہ زیارت نصیب فرمائی۔

حضرت سندھی اور حضرت بھرچونڈی

اسی طرح حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈی نے مولانا سندھی کو اپنا بنا لیا اور مولانا سندھی حضرت لاہوری کو اپنے ساتھ لائے۔ جب والدین نے ان کے سپرد کر دیا پھر خدا نے قدرت کے بل بوتے پر اس مقام پر پہنچایا اور خدمت سے یہی کچھ ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور مسلمانوں کا طرز عمل

جیسے خواجہ اجمیریؒ تھے وہ چلتے چلاتے ظلمت کدہ ہند میں آئے نوے لاکھ کو کلمہ پڑھا یا۔ اب ان کے عرس ہوتے ہیں ۱۵۰ کی جماعت یہاں سے گئی۔ وہاں سے بھی لوگ آتے ہیں ننکانہ، حسن ابدال وغیرہ اور یہاں سے مزارات پر جاتے ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے تین جگہوں کے علاوہ شد رحال یعنی سفر کی ممانعت فرمائی۔ وہ تین جگہیں خانہ کعبہ، مسجد نبوی اور بیت المقدس ہیں اور بس۔ چوتھی کسی جگہ کے لیے شد رحال کی اجازت نہیں۔

عرس اور برسیاں

یہ عرس اور برسیاں اور وفات و پیدائش پر تعطیلات کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔ ایسا ہوتا تو صحابہ کرام کرتے حضور علیہ السلام فرماتے۔ لیکن صحابہ سے بڑھ کر کوئی حضورؐ کا عاشق نہیں اور آپ نے ایسا نہیں کیا۔

خواجہ بزرگ آفتاب عالمتاب تھے ان کے دم قدم سے یہاں اسلام کی روشنی پھیلی اس میں شک نہیں اور پوری ملت کے وہ محسن ہیں۔ لیکن وہ جو کچھ مٹانے آئے تھے ان کو انہی کے نام پر کیا جائے یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

حضرت اجمیری، سید علی ہجویری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، باوا فرید گنج شکر اور حضرت سلطان الہند نظام الدین اولیاء جیسے حضرات نے یہاں محنت کی اور

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

مجلسِ ذکر — ضبط و ترتیب : ادارہ

تزکیہ ۞ فرائض نبوّت میں سے ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

صدق اللہ العلی العظیم ۔

سورۂ بقرہ کی ۱۲۹ ویں آیت جو تلاوت کی گئی اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے :۔

اے رب ہمارے ! تو انہی میں سے ایک رسول بھیج (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بہت پہلے کعبہ کی دیواریں چنتے ہوئے انہوں نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کی رفاقت میں مانگی) جو ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے ۔ اور ان کا تزکیہ کرے بے شک تو عزیز و حکیم ہے ۔

یہ آیت جو تلاوت کی گئی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام دونوں باپ بیٹا پیغمبر ہیں ۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ باپ بیٹا ، دادا سب عالم ہوں ، ڈاکٹر ہوں ۔ اور ایسا تو پھر ممکن ہے لیکن نبی کا بیٹا نبی اور باپ نبی یہ بہت کم ہوتا ہے ۔ لیکن اللہ کی قدرت کہ یہاں اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو نوازا ۔ ایک بیٹا نبی دوسرا بیٹا بھی (اسمٰعیل و اسحٰق علیہما السلام) اور اہلیہ حضرت ہاجرہ وہ ہیں جن کی ایک ادا (سعی بین الصفاء والمروہ) خدا کو ایسی پسند آئی کہ قیامت تک وہ باقی رکھی گئی ۔ ان کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑا ۔ پانی نہیں ، پتہ نہیں ، دانہ نہیں ۔ ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلا کھجور کا چھوڑ کر چلے گئے ۔ یہیں بعد میں خانہ کعبہ بنا ۔ ابتدا ہوتی ہے ۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۔ وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم و اسمٰعیلؑ خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے ۔ یہ وہ مکان ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ معزز ، مکرم اور مقدس ہے ۔

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

یعنی آدم علیہ السلام کو جب اللہ نے دنیا میں بھیجا ، آدم کہیں ، حوا کہیں ۔ جنت کے واقعہ کے پیشِ نظر دنیا میں آنا ہوا اور یہ فطرت انسانی ہے ۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان ۔ چونکہ آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھجوانا تھا اس لیے یہ ایک ذریعہ بن گیا ۔ ہم لوگ خدا کی منع کردہ چیزوں کی صبح و شام خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن خدا جو سزا دینے پر قادر ہے تحمل و بردباری سے کام لے رہا ہے اور مہلت دیتا ہے ثُمَّ اَضْطَرُّهٗ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۔

تو خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو غلطی کے بعد احساس ہونے پر فوراً توبہ کر لیں ۔ آدم علیہ السلام کا یہی معاملہ ہوا ۔ اس کا نتیجہ ہوا فَتَابَ عَلَيْهِ خدا نے ان پر توجہ فرمائی ۔ اس کے بعد عرفات کے میدان میں آدم و حوا کی ملاقات ہوئی ۔ اور عرفات تعارف سے ہے اور یہ

نام اس لیے ہے ان کو ایام بیض یعنی ۱۳-۱۴-۱۵ کی تاریخوں کے روزے کا حکم ہوا اس سے سیاہی سفیدی میں تبدیل ہو گئی۔ ہمارے اکابر اب بھی ان دنوں کے روزے رکھتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر آج چہرے پر ظاہری سفیدی نہیں آتی تو قیامت کو گورا چٹا ہو کر اٹھے گا۔ یہ قرآن میں آتا ہے۔ اور گناہ گار سیاہ ہوں گے یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ۔ نمازیوں کے وہ اعضاء جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں قیامت کو چمکتے ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اب بھی نمازیوں کے چہرے پر نور ہوگا۔

آدم علیہ السلام کی نماز فجر کی، نوح علیہ السلام کی ظہر کی، داؤد علیہ السلام کی عصر کی اور سب کی ملا کر مسلمانوں کی بنیں۔ یہودیوں کی نماز میں سجدہ نہیں۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کامل و مکمل ہے۔ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ مشغول تسبیح ہے۔ کوئی قیام میں جیسے سرو کا درخت، کوئی رکوع میں جیسے چوپائے، کوئی سجدہ میں جیسے حشرات الارض وغیرہ۔ اور انسان کی حضور علیہ السلام کے صدقہ کامل و مکمل نماز و عبادت ہے۔ اسی کامل دین کامل وحی میں اللہ نے فرمایا کہ سب خدا کے پیغمبر سچے تھے۔ ان کی تعلیم بنیادی ہماری مکمل۔ ان کی تعلیم سے ابراہیم علیہ السلام کی دعا پہلے پارہ میں وَيُزَكِّيْهِمْ لوگوں کے تزکیہ کے لیے نبی بھیجو۔

تلاوت، تعلیم اور تزکیہ تین چیزیں ہیں۔ حافظ قاری پہلا فرض ادا کر رہے ہیں۔ تعلیم علمائے ربانی ادا کر رہے ہیں اور تزکیہ کا فرض ارباب باطن ادا کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ کا اجتماع اسی مقصد کی خاطر ہے کوئی کہیں سے آیا کوئی کہیں سے! یہ مقصد حیات ہے اور بڑی خوش قسمتی ہے۔

تزکیہ کا مقصد دل پاک ہو جائے، مزکی ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔ اس کی اصلاح پر جسم کی اصلاح کا دار و مدار ہے۔ اس کے فساد پر جسم کے فساد کا مدار ہے اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ وہ دل ہے اس قلب کی اصلاح کے لیے بقول نبی علیہ السلام ایک صیقل ہے لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ دل کا صیقل ذکر الٰہی ہے۔ اسی ذکر کے متعلق ہے کہ خدا کو تنہائی میں یاد کرو، اجتماعی طریق سے کرو جیسے کرو ویسی جزا و بدلہ دیں گے۔

اور اللہ کا شکر ادا کیجئے کہ اس پر خدا استقامت نصیب فرمائے۔ یہ بڑی سعادت ہے فرشتے ایسی مجلسوں میں موجود ہوتے ہیں وہ واپس جا کر رپورٹ دیتے ہیں تو خدا فرماتے ہیں۔ گواہ رہو کہ بغیر ذکر کسی دوسرے مقصد کے لیے آنے والے بھی معاف کر دئے جاتے ہیں۔ اللہ توفیق نصیب فرمائے۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

اسلام کا نور پھیلایا۔ ان بزرگوں کے کردار اور حالات کو من و عن دنیا کے سامنے بیان کرنا اور پیش کرنا از بس ضروری ہے اور جب یہ ہوگا تو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام فولادی شمشیر سے پھیلا ہے یا اخلاقی شمشیر سے!

میں کچھ اور عرض کرنا تھا ایک رقعہ ہے جس کے متعلق ضروری عرض کرنا ہے۔

اسلامی حقیقتوں کا مذاق

کسی نے لکھا ہے کہ ماہنامہ کھیل کے تازہ شمارہ میں منور ظریف کا خط جنت سے شائع ہوا ہے۔ اس خط کی کاپی ساتھ ہے۔ اس میں نکیرین، حوران جنت اور بعض دوسری اسلامی حقیقتوں کا جس بھونڈے انداز سے مذاق اڑایا گیا ہے اس پر صدائے احتجاج کا لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکومت سے اس رسالہ کی ضبطی اور منور ظریف پر توہین اسلام کا مقدمہ چلانے اور ایسا ضابطہ وضع کرنے کا مطالبہ کیا جائے کہ آئندہ کسی کو یہ جرأت نہ ہو۔ جن نوجوانوں نے یہ لکھا ان کی غیرت کو سلام کرتا ہوں اور خدا ان کو ہدایت فرمائے جنہوں نے ایسی حرکت کی ہے۔

میں حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا سختی سے محاسبہ کیا جائے اور ان کے قلم و زبان کو لگام دو۔ اور جو لوگ اسلام اور اسلامی حقیقتوں کا اس طرح مذاق اڑاتے ہیں ان کو قرار واقعی سزا دیں۔

خدا ہدایت نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کسی انسان کی فضیلت کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اس کے متعلق قرآن عزیز، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے کوئی شہادت مل جائے۔ ان کے علاوہ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، نیز عترت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور معتمد علیہ علماء امت سے بھی تائیدیں حاصل ہو جائیں تو سونے پر سہاگے کا کام دے جاتی ہیں۔

قرآن مجید کی آیت کریمہ والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه۔

ترجمہ: ایمان کی طرف سبقت کرنے والے پہلے مہاجرین اور انصار میں سے اور ان کے تابعدار اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکے ہیں۔

یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ تین گروہوں پہ اللہ تعالیٰ راضی ہو چکے ہیں۔

۱۔ مہاجرین کہ جنہوں نے مکہ مکرمہ کو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر بحکم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑا۔ اور مدینہ منورہ کو چلے آئے۔

۲۔ انصار کہ جنہوں نے مدینہ منورہ میں حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی کی خدمت کی اور حتی الوسع کوشش کر کے ان کو راضی کیا۔

۳۔ متبعین جنہوں نے حضور علیہ السلام کی زندگی میں اسلام کو قبول کیا اگرچہ اُن کا درجہ مہاجرین اور انصار سے کم ضرور ہے لیکن اپنے پروردگار کی رضا کے سرٹیفکیٹ نیز بہشت بریں کی بشارت سے محروم نہیں ہوتے۔

کاتب وحی سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماشاء اللہ تیسرے گروہ یعنی والذین اتبعوهم باحسان میں داخل ہیں اور ان کے لیے بہشت بریں اور رضاء خداوندی کی بشارت ہے جیسے کہ اول دو گروہوں کے لیے ہے اور وہ کلا وعد الله الحسنیٰ کے مصداق ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں سے سب سے زیادہ کتابت کا شرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید ابن ثابت کو حاصل ہے۔ حضرت معاویہ اسی خدمت کے صلہ میں دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا دعاؤں سے نوازے گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں فرمایا اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به۔ اے اللہ! معاویہ کو ہادی مہدی بنا۔ اس کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت نصیب فرما۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دوسرا ارشاد گرامی:۔

اللهم علمه الكتاب والحساب وقه العذاب

اے اللہ! معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور اس کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سردار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو حضرت معاویہؓ کے متعلق فرمایا تھا۔ اللهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد وقه العذاب۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب سکھا اور شہروں میں اس کے لیے ٹھکانہ بنا اور اس کو عذاب سے نجات بخش۔

یہ دو آپ کی [illegible]ت و خلافت کی پیش گوئی ہے
جو کہ سو فیصد پوری ہوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
خود فرماتے ہیں کہ میں ۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی لاکر حاضر خدمت ہوا ۔
آپ نے پانی سے وضو فرمایا۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ
ہوکر فرمایا۔ کہ اے معاویہؓ! اگر تیرے سپرد امارت کی
جائے اور تمہیں امیر بنایا جائے تو تم اللہ سے ڈرتے رہنا
اور انصاف کرتے رہنا۔ حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں اس کے
بعد مجھے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا خیال رہا۔
کہ مجھے ضرور ہی اس کام میں آزمایا جائے گا۔ چنانچہ ایسا
ہی ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ سردار دو عالم فخر کائنات
ساقی کوثر شافع محشر (صلی اللہ علیہ وسلم) سواری پر
سوار تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے
بٹھایا۔ جب کچھ سفر طے ہو چکا تو حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ اللّٰھم املاہ علما
اے اللہ! اس کے سینے کو علم و حکمت سے پُرنور فرما دے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ جنگ حنین میں شرکت کی تو آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے قبیلہ ہوازن کے مال غنیمت سے حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ کو ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عنایت
فرمایا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے پانچ سال قبل
قریش کے مشہور خاندان بنو امیہ کے سردار حضرت ابوسفیان
کے گھر پیدا ہوئے۔ عبد مناف پر جا کر آپ کا سلسلہ
حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جا ملتا ہے۔
پیدائش ہی سے آپ کے چہرے پر اولوالعزمی اور سرداری
کے آثار موجود تھے۔ بچپن ہی میں ایک دن آپ کے والد
ابوسفیان نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میرا
بیٹا بڑے سر والا ہے اور اس قابل ہے کہ اپنی قوم کا سردار
بنے۔ آپ کی والدہ ہندہ نے جب یہ بات سنی تو کہنے
لگی فقط اپنی قوم کا۔ میں اس کو روؤں اگر پورے عالم
عرب کی قیادت نہ کرے۔

حضرت امیر معاویہؓ اسلام کی نعمت سے مشرف
ہونے کے بعد کتابت وحی کے لیے مامور کیے گئے۔

حضرت امیر معاویہ
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں!

حضرت عمر فاروق رضؓ کی شہادت (انّ عمرؓ لمّا
دخل الشام ورای معاویۃ وکثرۃ جنودہ و
اُبہتہ ملکہ اَعجَبَہٗ ذالک وَاَعجُبَ بہٖ ثمّ
قال ھذا کسریٰ العرب (تطہیر الجنان ص۳۴)۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام میں داخل ہوئے تو حضرت
معاویہؓ اور ان کے لشکر کثیر کو دیکھ کر مع ان کی شان و
شوکت کے بہت ہی پسند فرمایا۔ پھر فرمایا یہ عرب کا
کسریٰ ہے۔

جس وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے
عمیرہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو حمص کی گورنری سے معزول
کیا اور ان کی جگہ حضرت معاویہؓ کو گورنر مقرر فرمایا تو
کچھ لوگوں نے چہ مے گوئیاں کیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ تم معاویہؓ کا ذکر
صرف بھلائی کے ساتھ کرو کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو ان کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا۔ اے
اللہ! معاویہؓ کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ما رَاَیتُ
لِلمُلک اعلیٰ من معاویۃ، معاویہؓ سے بڑھ کر
بادشاہی کے لیے میں نے نہیں دیکھا۔
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو معاویہؓ
سے بڑھ کر حق کا فیصل نہیں پایا۔
حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو حضرت معاویہؓ
سے زیادہ بردبار ہو۔ ان سے زیادہ سیاست کے لائق
ان سے زیادہ باوقار، ان سے زیادہ نرم دل اور نیکی کے
بارے میں ان سے زیادہ کشادہ دست ہو۔
(باقی ص۱۷ پر)

تحریر: محمود عارف، لاہور

مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ نبوت کی زندگی کا اہم ترین واقعہ واقعۂ معراج ہے۔ جب کہ آپ نے ملکوت السمٰوٰت و الارض کی سیر کی۔ نشان ہائے قدرت ملاحظہ کئے۔ زمانے کو ازل سے ابد تک دیکھا۔ جنت دوزخ کے اسرار ہائے سربستہ معائنہ کئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ذات خداوندی کا اس قدر قرب حاصل ہوا کہ جو کسی ابن آدم کو حاصل نہیں ہو سکا۔

معراج اور انبیائے سابقین

یوں تو یہ معراج اکثر بڑے انبیاء کرام کو ان کے مرتبے اور حیثیت کے مطابق ہوئی حضرت ابراہیمؑ کے متعلق ارشاد ہے۔

وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہتیں دکھاتے ہیں۔" (الانعام ۷۵) یہ آسمان و زمین کی بادشاہتوں کا مشاہدہ کیا ہے؟ یہی تو ابراہیم علیہ السلام کی معراج ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی "معراج" ہوئی۔

توریت میں ہے - پیدائش -

"یعقوب بیر سبع سے نکلا اور حاران کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں ایک مقام پر جا کر لیٹا کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا اور اسی مقام سے کچھ پتھر اپنے سر کے نیچے رکھ لئے، اور وہیں سو رہا۔ خواب دیکھا۔ کہ زمین سے آسمان تک ایک زینہ لگا ہوا ہے۔ جس پر خدا کے فرشتے چڑھ اتر رہے۔ اور خدا اس پر کھڑا ہے۔ اس نے کہا۔ میں ہوں خداوند تیرے باپ ابراہیم اور اسحٰق کا خدا جس زمین پہ تو سویا ہے۔ وہ تجھ کو اور تیری نسل کو دوں گا۔"

دین یہود کے سب سے بڑے نبی حضرت موسےٰ علیہ السلام کہ جن کا لقب ہی کلیم اللہ (اللہ سے کلام کرنے والے) کہ کوہ طور پر مکالمۂ الٰہی سے شرف یابی ہوئی۔ یہی ان کی معراج تھی۔

آسمانوں کی معراج

بنی اسرائیل کے بعض انبیاء کرام کے متعلق بائبل کی تصریح یہ ہے۔ کہ انہیں ذات خداوندی نے آسمانوں کی طرف اس مادی و کثیف جسم کے ساتھ اٹھا لیا۔ اور وہ آج تک واپس نہیں آئے بلکہ وہ آسمانوں ہی پر رہائش پذیر ہیں۔ مثلاً پیدائش باب ۵ درس ۲۲ میں ہے۔

اور حنوک تین سو برس تک خدا کے ساتھ چلتا رہا۔ اور وہ غائب ہو گیا۔ کیونکہ خداوند نے اسے اٹھا لیا"

ایک اور مقام پر اس سے بھی بہتر شکل میں رفع سماء کی کیفیت کا بیان ہے۔

"ایلیاہ نبی کو خداوند نے بگولے میں آسمان کی طرف اٹھا لیا ...... وہ آگے چلتے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ دیکھو ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے دونوں کو جدا کر دیا۔ اور ایلیاہ بگولے میں آسمان کی طرف چلا گیا"

یہی وہ ایلیاہ ہیں۔ کہ جن کے متعلق یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ کسی وقت پھر زمین پر اتریں گے چنانچہ حضرت یحییٰؑ (یوحنا) سے یہودیوں نے تین سوال کئے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ کیا تو مسیح ہے۔

تو اس نے اقرار کیا اور نہ انکار کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ پھر کون ہے، کیا تو ایلیاہ ہے۔ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ انہوں نے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں " یوحنا۔ باب اور درس ۱۹ تا ۲۶

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے رفع سماوی

کی شہادت تو چاروں اناجیل دے رہی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ معراج کے ابتدائی اور بنیادی تصورات تو گزشتہ انبیاء کرام کی سوانحی خاکوں میں مل سکتے ہیں مگر جہاں تک اس ہمہ گیر مفصل و اکمل معراج کا تعلق ہے۔ جو آنحضرت صلعم کو ہوئی۔ اس کی مثال نہ کسی قدیم صحیفہ میں ہے اور نہ ہی نبی کی سیرت میں . . . یہ صرف اور صرف خاتم الانبیاءؑ کا حصہ ہے۔

معراج اور دور جدید :- دور جدید کا ایک طبقہ جو اپنے کو اہل القرآن" کے سے خوشنما اور جاذب نظر الفاظ سے موسوم کرتا ہے۔ مدعی ہے کہ معراج کا اسلامی تصور ایک افسانۂ پاحنیہ کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہ تمام تر یہودیوں کی ریشہ دوانیاں ہیں۔ اور یہ کہ قرآن کریم میں۔ اس مروجہ معراج کا کوئی ذکر تک نہیں . . . . . اعاذنا اللہ من ھذہ الخرافات

ذیل میں قرآن کریم کی آیات سے ہم یہ ثابت کریں گے کہ قرآن کریم واقعہ معراج کا بڑے زور و شور سے مدعی ہے

قرآن کریم اور واقعہ معراج :- سورۂ بنی اسرائیل (جو کہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی) کی ابتدائی آیات میں معراج کے واقعہ کو یوں ذکر کیا گیا، سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا۔ انہ ھو السمیع البصیر۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو مسجد حرام (کعبہ شریف) سے مسجد اقصے (بیت المقدس) تک لے گئی جس کے گرد اگرد ہم نے برکت نازل کی ہے۔ تاکہ ہم اپنے بندے کو نشانیاں دکھائیں۔ وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

واقعہ معراج کے متعلق یہ آیت صرف ایک ابتدائیہ اور مقدمہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اور سورۂ بنی اسرائیل کا بقیہ حصہ تمام تر اسرار و رموز حکمت و دانائی سے لبریز ہے۔

اس آیت میں ہماری توجہات کو اس واقعہ کی طرف مبذول کیا گیا ہے۔ اور باقی تمام صورت میں اسی واقعہ کی عبرتیں، بصیرتیں، حکمتیں، انتہائی دلکش و دلنشیں انداز میں بیان کی گئی ہے، لیکن قرآن کریم کے عام طریقے کے مطابق یہاں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب رمز و اشارات ہیں اور کنایات کے پیرائے میں۔ وہ تمام کچھ بیان کر دیا گیا ہے جو کچھ کر بیان کیا جا سکتا ہے۔

مختصر طور یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس سورۃ میں مندرجہ ذیل فیصلوں کا اعلان کیا گیا ہے۔

۱۔ آنحضرت صلعم کعبہ و بیت المقدس دونوں کے پیغمبر ہیں۔

۲۔ یہودی جو اب تک بیت المقدس کے کلید بردار تھے۔ انہیں اب اس منصب جلیلہ سے سبکدوش کیا جاتا ہے۔ اور یہ منصب بھی اب آل اسماعیل کے تصرف میں دیا جاتا ہے

۳۔ کفار مکہ پر حجت تمام ہو گئی آنحضرت صلعم اب ہجرت کریں گے۔ اور دشمنان اسلام کو اپنے کئے کی سزا بھگتنی ہوگی۔

۴۔ معراج کے ذریعہ مسلمان کے لئے احکام اور شریعت مقرر کر دی گئی۔ نماز پنجگانہ فرض کر دی گئی۔

۵۔ نبوت، قرآن، قیامت پر کئے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا۔ اور امم سابقہ خصوصاً حضرت موسےٰ علیہ السلام اور ان کی امت کی مثالیں دی گئیں۔

یہ تو اجمال کے درجے میں ہے۔ آیئے۔ اب ذرا تفصیل کے ساتھ اس سورہ کے مطالب و معانی پر نظر ڈالیں۔

الف :- حضرت ابراہیم علیہ السلام، کی اولاد کو دو مختلف علاقوں میں بسایا گیا۔ ایک (اسماعیلؑ) کو بیت اللہ (کعبہ) کی تولیت عطا ہوئی۔ اور دوسرے (اسحٰق) کو بیت المقدس کا علاقہ دیا گیا۔ ان کی انفرادیت بدستور چلی آ رہی ہے، بنی اسماعیل کعبہ کے متولی تھے اور بنی اسحاق صرف بیت المقدس کے علاقہ پر فائز . . . . اب آنحضرت صلعم کی بعثت مبارکہ سے ان دونوں امتوں کو یکجا کیا جا رہا ہے۔ اب یہ قبلتین، دو مختلف قوموں کے تصرف میں نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایک ہی امت کی تولیت میں دیئے جائیں گے۔ شروع سورہ میں مسجد حرام اور مسجد اقصے کے ذکر سے یہی مقصود ہے۔

ب :- بنی اسرائیل کو جو امامت اور قیادت دی گئی تھی وہ ان کی نافرمانیوں۔ اور ظلم و شقاوت کے سبب چھین لی گئی۔ پہلی دفعہ بابل کے حکمران بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا گیا، جس نے انہیں اچھی طرح درست کیا۔ پھر جب بنی اسرائیل نے خدا کے حضور عاجزی کی اور اپنے کئے کی معافی چاہی، تو انہیں معاف کر دیا گیا۔ اور انہیں آزادی دی گئی۔ یہ واقعہ ایرانیوں کے عہد میں پیش آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ

له یہ واقعہ ۵۸۸ قبل مسیح کا ہے۔ اور بخت نصر کا یہ تیسرا حملہ تھا۔

اگر تم نے اب کے بھی سرکشی اختیار کی تو اللہ کا عذاب پھر تم پر نازل ہوگا۔ لیکن یہ لوگ پھر عہد کے پابند نہ رہے اور سرکشی و نافرمانی اختیار کرکے اللہ کے عذاب کو نازل ہونے کی دعوت دی۔ چنانچہ اللہ کا عذاب طیطس رومی کی شکل میں (۷۰ء) ان پر نازل کیا، جس نے یہودیوں کا قتل عام کیا۔ اور ان کے خون سے سرزمین بیت المقدس کو لالہ زار بنا دیا۔ اور ان کے ہیکل کو جلا دیا۔۔۔ یہ ان کی قومی سطح پر دوسری عظیم تباہی تھی۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی۔ اور بنی اسرائیل سے کہا جاتا ہے کہ تم آنحضرتؐ پر ایمان لے آؤ۔ تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"اور ہم نے موسےٰ کو کتاب دی۔ اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ٹھہرایا کہ وہ ہمارے سوا کسی دوسرے کو کارساز نہ بنائیں۔ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اٹھایا تھا دیکھو ان کا جنہوں نے خدا کے سوا دوسروں کو کارساز بنایا تھا ان کا کیا حشر ہوا۔ تمہیں تو خدا کا شکر گزار ہونا چاہیئے تھا جیسا کہ) نوح علیہ السلام خدا کے شکر گزار بندے تھے۔ اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے متعلق فیصلہ کر دیا تھا کہ تم دو دفعہ زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور بڑی زیادتیاں کروگے۔ پس جب پہلے فساد کا وقت آیا۔ تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کر دیا، جو بڑے ہی سخت گیر تھے۔ وہ تمہارے شہروں کے اندر پھیل گئے۔ اور خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ پھر ہم نے تمہارے دن پھیر دیئے اور ہم نے تمہیں مال و دولت سے مدد دی۔ اور تمہاری تعداد میں اضافہ کر دیا اور (کہہ دیا) کہ اگر تم نے اچھے کام کئے تو تمہارے ہی لئے ہیں۔ اور اگر برے کام کئے تو بھی تمہارے ہی لئے، پس جب دوسرے وعدے کا وقت آیا (تو ہم نے دوسرے بندوں کو کھڑا کر دیا) تاکہ وہ تمہارے چہروں کو کالا کریں۔ اور یہ بھی تمہارے عبادت گاہ میں ویسے ہی گھس جائیں، جس طرح پہلی دفعہ گھسے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں۔ اسے توڑ پھوڑ کے رکھ دیں۔ (اب آنحضرت صلعم کی بعثت کے بعد) ہو سکتا ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم نے ویسا ہی کیا۔ تو ہم بھی ویسے ہی کریں گے۔ اور حق کے انکار کرنے والوں کے لئے ہم نے جہنم کو محیط کر رکھا ہے"

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ وہاں کوئی یہودی نہ تھا۔ اس میں اشارہ کہ اب عنقریب ہی پیغمبر صلعم اس مقام سے اس مقام کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔ کہ جہاں یہودیوں کی آبادی ہوگی۔

بنی اسرائیل سے خطاب کے بعد اب روئے سخن بنی اسماعیل کے متمرد اور سرکش لوگوں کی موڑ دی گئی۔ اور وہ جو آنحضرت صلعم سے عذاب طلب کرتے رہتے تھے اور جن کے لئے عذاب ایک تمسخر محض تھا۔۔۔ انہیں ان کے رویے پر سرزنش کی جا رہی ہے۔

"یہ قرآن جو راستہ دکھاتا ہے۔ وہ سب سے راست ہے۔ اور ان مومنوں کو جو نیک کام کرتے ہیں بشارت سناتا ہے۔ کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ اور جو لوگ قیامت کے منکر ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور انسان کبھی برائی کی اسی طرح خواہش کرتا ہے، جس طرح اچھائی کی اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنا رکھا ہے۔ نشان شب کو ہم مٹا دیتے ہیں۔ اور نشانِ روز کو ہم روشن کر دیتے ہیں۔ کہ اس روشنی میں ماہ و سال کا شمار اور حساب جانو۔ ہم نے ہر چیز کھول کر بیان کر دی اور ہر انسان کے نیک و بد کو اس کی گردن میں ڈال دیا ہے۔ قیامت کے دن ہم اس کے اعمال نامے کو نکالیں گے۔ جسے وہ کھلا ہوا پائے گا اور ہم اس وقت کہیں گے کہ اپنا اعمال نامہ پڑھ آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے جس نے ہدایت پائی۔ پس وہ اپنے لئے کوئی کسی دوسرے کا بار نہیں اٹھاتا اور ہم اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اپنا ایک پیغمبر نہیں بھیج لیتے۔ جب کسی آبادی کی ہلاکت ہوتا ہوتی ہے۔ تو ہم وہاں کے دولت مندوں کو ڈھیل دیتے ہیں پس وہ اس آبادی میں فسق و فجور کرتے ہیں۔ تو اس پر قانون الٰہی کے مطابق سزا واجب ہو جاتی ہے۔ تو ہم اس آبادی کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ یاد کرو۔ کہ نوحؑ کے بعد ہم کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔

آپ نے دیکھا۔ کہ اس سورۃ کی یہ آیات، کس طرح نئی نئی ترکیبوں کے ساتھ، مشرکین مکہ کو آخری بار دعوت حق دے رہی ہیں۔ اور انہیں وعدۂ الٰہی کی شدت و سختی سے ڈراتی ہیں۔۔۔

ج:۔ اسی سورۃ میں ہجرت کے واقع کی طرف بھی اشارہ ہے۔

اور وہ تم کو اس سرزمین (مکہ) سے عنقریب دل برداشتہ کر دیں گے تاکہ تم کو یہاں سے نکال دیں۔ اگر ایسا ہوا تو وہ پھر تمہارے چلے جانے کے بعد بہت کم اطمینان کے ساتھ رہ سکیں گے۔ تم سے پہلے جتنے بھی ہم نے رسول بھیجے ان سب کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے۔ اور تم ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے" بنی اسرائیل ۷۶، ۷۷

اس سورۃ میں آنحضرت صلعم کو اس دعا کی بھی تلقین کی جاتی ہے۔

اور اے پیغمبر یہ دعا مانگو کہ اے خداوند مجھے اچھی جگہ پہنچائیو۔ اور اچھی طرح نکالیو اور۔ دشمنوں پر اپنی طرف سے فتح و نصرت بھیجو۔۔۔۔ اور اے پیغمبر اعلان کر دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل کو مٹ ہی جانا تھا۔"

(۵) حضرت موسٰے علیہ السلام جب کوہ طور پر (معراج) تشریف لے گئے تھے۔ تو انہیں احکام عشرہ عطا ہوئے تھے، جو پتھر کی تختیوں پر جنہیں قرآن کریم نے (الواح) سے تعبیر کیا ہے۔ کندہ ہے۔ جو جب سرور کائنات صلعم معراج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کو احکام دیئے گئے۔ ان میں موسوی شریعت کے احکام عشرہ بھی داخل ہیں قرآن کریم اور توریت میں لفظی اختلافات کے علاوہ اس مقام پر بہت ہی کم فرق ہے۔۔۔۔ ارشاد ہے۔

"خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔ ورنہ تو برا ٹھہرے گا۔ اور بے یار و مددگار رہ جائے گا۔ اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کی منزل کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا۔ اور انہیں نہ ڈانٹنا اور ان سے ادب سے گفتگو کرنا۔ اور ان کے لئے نرم دلی سے اطاعت کا بازو جھکائے رکھنا۔ اور ان کے لئے دعا کرنا کہ اے پروردگار ان پر رحم فرما جیسے انہوں نے ہم پر بچپن کی حالت میں رحم کیا۔ تمہارا پروردگار تمہارے دلوں کے رازوں سے خوب واقف اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں پر بخشش کرنے والا ہے۔

اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کیا کر۔ اور غریب مسافر کا حق بھی دے اور فضول خرچی نہ کیا کر اور فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے آقا کا انتہائی ناشکر گزار ہے اور تو اعراض کرے ان مستحقین سے اپنے رب کے فضل کے انتظار میں جس کی تجھ کو توقع ہے تو انہیں نرمی کے ساتھ سمجھا دے۔ اور اپنا ہاتھ اتنا بھی نہ سکیڑ کہ گردن کے ساتھ باندھ لے اور نہ ہی اتنا کھول کہ ہر طرف سے تو ملامت کا مستحق بن جائے۔ اور تو تہی دست ہو جائے۔ تیرا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے کم کر دیتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کے حال سے دانا و بینا ہے اور تم افلاس کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہم ہی ان کو اور تمہیں روزی پہنچاتے ہیں۔ ان کا قتل بے شک بڑا گناہ ہے اور تو زنا کے قریب بھی نہ جا کیونکہ وہ بے حیائی اور برا رستہ ہے اور جن کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے انہیں قتل نہ کر۔ اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کے لئے قصاص لینے کا حق رکھا ہے پس وہ ولی اس کے قتل میں زیادتی نہ کرے۔ کیونکہ اسی میں اس کی جیت ہے۔ اور یتیم جب تک اپنی عقل و شعور کو نہ پہنچے اس کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔ سوائے اس کے کہ جو ان کے حق میں بہتر ہو عہد پورا کیا کرو۔ اس کی باز پرس ہوگی۔ اور جب تم ناپ کرنے لگو تو پورا پورا ناپ کرو اور صحیح ترازو سے وزن کیا کرو۔ یہ طریقہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے اور جس بات کا تجھے علم نہ ہو۔ اس کے پیچھے نہ ہو۔ کیونکہ کان، آنکھ اور دل سب سے مؤاخذہ ہوگا۔ اور زمین میں اکڑ کے مت چل۔ اس چال سے تو نہ ہی تو زمین کو چیر سکتا ہے۔ اور نہ ہی لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔ ان سب باتوں کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ یہی وہ حکمت اور دانائی کی باتیں جو ہم نے تیری طرف وحی کے ذریعہ نازل کیں۔ اور خدا کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہ بنانا۔ ورنہ تو ملامتی اور راندۂ درگاہ ہو کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

بنی اسرائیل = ۲۲ - ۳۹

ان میں اگر بعض ضمنی مسائل کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو یہ دس احکام ہیں۔ یہ احکام اس وقت دیئے جا رہے ہیں کہ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کا وقت قریب آچکا ہے اور آنحضرت صلعم مدینہ منورہ پہنچ کر ایک نئی اسلامی حکومت کو تشکیل فرمانے والے ہیں۔ اور اسلامی معاشرہ وجود میں آنے والا ہے۔ قرآن آیات میں اسلام کی فتح و ظفر اور اسلام کے آزاد معاشرے کی طرف اشارہ ہے۔

اسی سورہ میں نماز پنجگانہ کی ادائیگی کا حکم نازل ہوتا ہے ورنہ اس سے پہلے صرف دو نمازوں کا ذکر آتا تھا۔ ارشاد ہے۔

اور آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر (ظہر، عصر، مغرب) رات کے اندھیرے (عشاء) تک نماز ادا کیا کرو اور صبح کی نماز (فجر) میں حضور قلب خوب ہوتا ہے۔

اور رات کے ایک حصے میں تہجد پڑھ لیا کرو۔ یہ آپ کے لئے ایک زائد چیز ہے۔ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقام محمود عطا کر دے۔"

اور اس سورۃ میں یہ بھی تبلا دیا کہ یہ واقعہ معراج ہر دور اور ہر زمانے کے لوگوں کے لئے ایک آزمائش اور امتحان ہے کہ دیکھیں امت کو اپنے نبی پر کس قدر اعتماد و یقین ہے۔۔ ارشاد ہے۔

"اور ہم نے جو واقعہ آپ کو دکھایا اسے لوگوں کے لئے آزمائش بنا دیا ہے۔"

چنانچہ اس وقت بھی مشرکین مکہ نے زور و شور سے اس واقعہ کا انکار کیا۔ اور آج ملاحدہ زنادقہ بدستور اپنے انکار پر مصر چلے آتے ہیں۔ اس وقت اور باتوں کے علاوہ ایک بات یہ بھی کہی گئی۔ کہ محمدؐ نے جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ آپ بہک گئے ہیں۔ مشرکین اس اشکال کو سورہ نجم میں یوں دفع کیا گیا۔

"اور قسم ہے۔ ستارے کی جب وہ گرے کہ تمہارا رفیق نہ تو بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے اور نہ ہی وہ یہ باتیں اپنے دل سے بنا کر کہتا ہے۔ بلکہ وہ تو وہی کچھ زبان پہ لاتا ہے۔ جو اسے وحی کیا جاتا ہے۔ اسے بڑی طاقتوں والا اور بڑی عقل والا تعلیم دیتا ہے۔ وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہو کر نمودار ہوا۔ پھر قریب آیا اور جھکا۔ اتنا کہ بس دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ پھر اس کے بندے سے جو باتیں کرنا تھیں کہیں، دل نے جو دیکھا اس نے جھوٹ بیان نہیں کیا۔ اے لوگو! کیا تم جو کچھ وہ دیکھتا ہے۔ اس کے بارے میں اس سے جھگڑا کرتے ہو۔ اس نے یقیناً اس کو دوسری بار اترتے دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے قریب ہی نیک لوگوں کے رہنے کی بہشت ہے جب کہ سدرۃ المنتہیٰ پر چھا رہا، جو چھا رہا تھا۔ نہ نظر بہکی نہ اچٹی۔ اس نے یقیناً اپنے پروردگار کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔" النجم: ۱ — ۱۸

اب آپ ٹھنڈے دل و دماغ سے فیصلہ کیجئے۔ کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیات میں آیا قرآن کریم نے معراج کے متعلق اپنے بلیغانہ انداز میں اپنے نقطۂ نظر کو بیان کیا یا نہیں۔ اور دیکھئے کہ یہ تمام معراج ہی کا بیان ہے یا دیسے ہی طبع آزمائی ہے۔۔۔

بقیہ: حضرت امیر معاویہؓ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ۴۱ھ میں خلافت آپ کے سپرد کی اور صلح کے بعد جب دوبارہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ کے ساتھ آپ کو صلح کرنے پر برا بھلا کہا تو حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ مجھے ملامت کرو کیونکہ میں نے اپنے نانا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ رات دن کی گردش ختم نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ امیر معاویہؓ امیر نہ بن جائیں۔

خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم قیصرو کسریٰ اور ان کے علم و دانش کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تم میں تو معاویہؓ موجود ہیں۔

حضرت مسلمؒ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہؓ ہمارے پاس آئے اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور خوبصورت تھے اس ظاہری حسن و جمال کے ساتھ اللہ نے آپ کو سیرت کی خوبیوں سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ ایک بہترین عالم حکمران میں جو اوصاف حمیدہ ہوتے ہیں ان کے حضرت معاویہؓ مالک تھے۔

ان سب روایات مذکورہ بالا سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے متعلق خود سرورِ کائنات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا رائیں تھیں اور ان کے نزدیک آپ کا کیا مرتبہ تھا۔

ذالك فضل الله يؤتي من يشاء۔

احسن القصص

افادات: حضرت مولانا علامہ نور الحسن صاحب پروفیسر اورینٹیل کالج، لاہور۔

لقد کان فی یوسف الآیہ

آپ اس سورت کے آغاز میں جو باتیں بطور تمہید سماعت فرما چکے ہیں۔ ان میں آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے شانِ نزول عرض کیا تھا کہ مشرکین مکہ نے یہود کے انگیخت وایما سے حضور علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا اور یہود نے مشرکین سے کہا کہ اس سے جو نبوت کا دعوے کرتا ہے پوچھو کہ بنی اسرائیل کا وطن اصلی جو فلسطین تھا اس سے مصر کب منتقل ہوئے، اسباب کیا تھے؟

جب مشرکین نے یہ سوال کیا تو یہ سورت نازل ہوئی جس میں بتلایا گیا کہ یہ صورتِ حال یوں پیدا ہوئی تھی اور یوسف علیہ السلام اس طرح سے مصر پہنچے تھے اور خدا نے انہیں کتنے مقام اور مرتبہ سے نوازا تھا اور ان کے بھائی اور والد منتقل ہوئے اور خاندان وہاں منتقل ہوا۔ قرآن کہتا ہے۔ لقد کان فی یوسف الآیہ، حقیقت یہ ہے با محاورہ ترجمہ ہے ورنہ لفظی ترجمہ ہے۔ البتہ تحقیق ہے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں میں کیا ہے آیتیں ہیں نشانیاں ہیں سوال کرنے والوں کے لیے۔ جنہوں نے آپ سے یہ بات پوچھی ہے، یہ قصہ پوچھا ہے! جو یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ بنو اسرائیل مصر میں کب منتقل ہوئے۔ یہ جو قصہ ہے یوسف اور ان کے بھائیوں کا اس میں ان کے لیے نشانیاں ہیں، ان کے لیے دلائل ہیں۔ وہ اگر ان دلائل پر غور کریں تو صحیح نتیجہ پہ پہنچ سکتے ہیں۔

اذ قالوا لیوسف الآیہ۔ دسوں بھائی مل کر بیٹھے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یوسف اور یوسف کے دوسرے بھائی جن کے نام کا تلفظ دو طرح سے لکھا گیا ہے بن یامین بضم الباء و بکسر الباء۔ بکسر الباء تو عربی کا لفظ بن جاتا ہے یعنی یامین کا بیٹا۔ کنیت کے ساتھ نام۔

تو بھائیوں نے آپس میں کہا کہ یہ دونوں ہم سے زیادہ باپ کو عزیز ہیں۔ آخر یہ کون سی خاص خدمت سرانجام دے رہے ہیں؟ عمر میں سب سے چھوٹے اور پھر یہ کہ دو ہی ہیں۔ ہماری زندگی بدویانہ ہے صحرائی ہے۔ جس میں واقعہ یہ کہ وہ حکومت نہیں ہوتی، سلطنت نہیں ہوتی۔ وہی غالب ہے جس کے دست و بازو زیادہ ہوں جس کے اعوان و انصار زیادہ ہوں۔ برادران یوسفؑ کہتے ہیں کہ یہ دونوں باپ کو عزیز ہیں تو کیوں ہیں؟ حالانکہ ونحن عصبۃ ہماری جماعت ہے ہمارا جتھا ہے۔ ہم اپنے باپ کی پوری خدمت کر سکتے ہیں کوئی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا، کوئی ایذا نہیں پہنچا سکتا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارا باپ ہم سب کے مقابلہ میں ان دو کو زیادہ عزیز کیوں رکھتا ہے

انا ابانا لفی ضلال مبین۔ ہمارا والد سٹھیا گیا ہے اس کی عمر کا کچھ ایسا تقاضا ہوا کہ وہ صریح غلطی کرنے لگا۔ وہ عقل سے کام نہیں لیتا، وہ سوچتا نہیں کہ یہ دو جو کم عمر ہیں، ناز و نعم کے پروردہ یہ اس کی کیا خدمت انجام دیں گے۔ فرض کرو دس آدمی حملہ کر دیں باپ پر یا باپ کے خاندان پر تو یہ اس کا کیا مقابلہ کر سکیں گے۔ ہم دس ہیں ایک سے ایک بڑھ کر تنومند اور جوان ہیں۔ ہم دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ باپ کی کوئی سی خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔ سوائے اس کے کوئی سبب نہیں کہ والد کے دماغ میں اختلال ہے۔

بیٹے باپ کے حق میں یہ کہہ رہے ہیں اور یہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ بڑا محتاط معنی ہے ورنہ صریح معنی یہ ہے کہ:-

"ہمارا باپ کھلی گمراہی میں ہے (استغفر اللہ) حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ لیکن بیٹے غصہ میں

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

حضرت امام غزالیؒ

حافظ مشتاق احمد علیمی ایم۔ اے

تصوف کیا ہے

تصوف۔ صوف سے باب تفعل کا مصدر ہے اور عادتاً اونی لباس پہن لینے کو ظاہر کرتا ہے۔ امام قشیری نے تصوف کی وجہ تسمیہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس لفظ کے اشتقاق کے متعلق تین رائیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے جو لوگ اہل صفہ کہلاتے تھے یہ ان کی طرف نسبت ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا ماخذ صفا ہے اسی سے صوفی نکلا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا مادہ صف ہے لیکن قاعدہ اشتقاق کی رو سے یہ اقوال غلط لگتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کا ان کی مشہور کتاب "عوارف المعارف" میں مذکور قول زیادہ وزنی معلوم ہوتا ہے جس کے مطابق تصوف اور صوفی کا مادہ صوف (اون) ہے۔ صوف یعنی اون کا لباس موٹا جھوٹا ہوتا ہے۔ یہ لباس ہر زمانے کے صالحین و ابرار کا رہا ہے۔ خود جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صوف کا لباس پہننے کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر ایک بات ذہن نشین کر لی جائے کہ اون کا لباس پہننا ان تمام بزرگوں کی کو ضروری خصوصیت ہیں۔

صوفی کے لقب کی تاریخی حیثیت

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ صوفی کا نام صحابہ کے دور میں نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت سب لوگوں کو صحابیٔ رسول کے معزز لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اس امتیازی نام کے ہوتے ہوئے کسی اور لقب کی ضرورت نہ تھی، لیکن تابعین کے دور میں صوفی کا لقب استعمال ہونے لگا۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اپنی کتاب خطباتِ مدراس میں اسلام کا سب سے پہلا اور بڑا صوفی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول کو قرار دیا ہے۔ امام قشیریؒ کے مطابق یہ لقب دوسری صدی ہجری ختم ہونے سے قبل رواج پا چکا تھا۔

صاحبِ کشف الظنون کا بیان ہے کہ سب سے پہلے صوفی کا لقب ابوہاشم کوفی کو ملا۔ جنہوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ بعض دوسرے بزرگوں کے مطابق صوفی کو لقب کے طور پر تاریخ میں پہلی مرتبہ آٹھویں صدی عیسوی کے آخر میں کوفے کے ایک شیعہ کیمیاگر جابر بن حیان کے نام کے ساتھ استعمال کیا گیا۔ جو زہد میں ایک خاص مسلک رکھتا تھا اس کا صیغہ جمع صوفیہ پہلی مرتبہ ۱۹۹ھ میں اسکندریہ کی ایک معمولی سی شورش کے سلسلے میں نظر آتا ہے۔

بہر حال یہ لفظ کسی خاص فرقے کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس سے غرض زہد و قناعت اور خلوص و بے ریائی کا اظہار ہے۔ جو لوگ ریاضت و مجاہدہ اور زہد و قناعت اختیار کر لیتے ہیں ان کے لئے بطورِ تعارف یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل لوگ یہ لفظ ہر اس شخص پر استعمال کر دیتے ہیں جس نے اپنے چہرہ پر سنتِ نبوی یعنی داڑھی شریف چھوڑی ہوئی ہو۔ چاہے وہ داڑھی والا کتنا بدکار اور غلط کار کیوں نہ ہو۔ دراصل یہ پروپیگنڈہ ہے جسے دشمنانِ اسلام نے داڑھی اور اسلامی تصوف کو بدنام کرنے کی غرض سے شروع کر رکھا ہے۔

تصوف کی تاریخی حیثیت

امام غزالیؒ سے پہلے تصوف نے فن کی صورت اختیار نہ کی تھی۔ صحابہ کے دور تک تو تصوف کا لفظ بھی رائج نہ ہوا تھا۔ صرف معنوی طور پر اس پر عمل کیا جاتا رہا جس کا مقصد یہ ہوتا کہ روحانی زندگی بسر کی جائے۔ دنیا کی آلائشوں سے حتی الوسع دور رہا جائے۔ تقویٰ، زہد اور عبادت کو فوقیت دی جائے، مجاہدہ و ریاضت سے اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کیا جائے

دورِ صحابہ کے اختتام پر جب اسلام کی فطری سادگی اور روحانیت متاثر ہونے لگی تو بعض مشہور تابعین نے لوگوں میں صحیح اسلامی روح بیدار رکھنے کی پوری کوشش کی۔ یہ حضرات صوفی بھی تھے اور عالم بھی ان صوفیہ پر خوف و حزن اور گریہ و بکا غالب

تھا۔ حضرات خواجہ حسن بصریؒ کو ان حضرات کی قیادت کا مقام حاصل ہو گیا تھا۔ خواجہ صاحب بہت بڑے صوفی، محدث مفسر، فقیہہ اور لغت و زبان کے امام تھے۔ ان کا فرمان ہے کہ زہد فی نفسہٖ مطلوب نہیں بلکہ حصولِ مطلب کا ذریعہ ہے۔

دوسری صدی ہجری میں ہمیں حضرت رابعہ بصریہ کا نام نظر آتا ہے۔ اس بزرگ خاتون نے خوف و حزن کے غلبہ میں ہی نہیں بلکہ حبِ الٰہی میں بھی اشک بار رہتی تھیں۔ ان کا مقام بیم و رجا سے بلند تر ہے۔ اسی کا نام مقامِ حب ہے۔ آپ نے تصوف کی بنیاد حب الٰہی اور رضائے خداوندی کو قرار دیا۔ حضرت رابعہ بصریہؒ کا مسلک قرآن کی ان آیات سے ماخوذ نظر آتا ہے۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہٗ"
"والذین آمنوا اشد حبا للّٰہ" رضی اللہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" و رضوان من اللہ"

بعد میں آنے والے صوفیہ میں اس لفظ کا استعمال بکثرت ہونے لگا۔ چنانچہ تیسری اور چوتھی صدی کے صوفیہ پہ حبِ الٰہی کا ہی غلبہ نظر آتا ہے

اسلامی تصوف کی تاریخ پر نگاہ دوڑائی جائے تو ہمیں بہت تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ تیسری صدی کے نصف میں صوفہ نے اپنے طریقوں اور جماعتوں کی تنظیم بندی شروع کر دی۔ اپنے طریقے اور مسلک باضابطہ طور پہ مدون کر لئے۔ جماعتی ذکر کے حلقے، راہنمائی کا سلسلہ اور مریدوں کی باقاعدہ تربیت شروع ہو گئی۔ اس مقصد کے لئے کئی مکاتیبِ فکر وجود میں آئے مثلاً طریقۂ سقطیہ طریقہ جنیدیہ، طریقہ طیفوریہ، طریقۂ قصاریہ یا ملامتیہ وغیرہ۔

تیسری صدی ہجری میں ایک فرقہ ظاہر ہوا، جسے قصاریہ یا ملامتیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس فرقے کی نسبت ابو صالح بن حمدون القصار کی طرف ہے، ان لوگوں کا مذہب "ملامت" ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک تزکیۂ نفس کے لئے مخلوقِ خدا کی ملامت کی ضروری ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک غلط فہمی ہے جو حضرت بایزید بسطامیؒ کے اس عمل سے پیدا ہوئی جو رمضان المبارک میں ان سے سرزد ہوا تھا۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جمہور کے نزدیک ملامت کی خواہش ناجائز عمل ہے۔

امام غزالیؒ سے پہلے تصوف کے نام پر ایک اور فرقہ ظاہر ہوا۔ جو اسلامی تصوف کی تاریخ میں حلولیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس گروہ کی دو جماعتیں۔ ایک ابو حلمان دمشقی اور دوسری حسین بن منصور حلاج فارسی کی طرف منسوب ہے یہ لوگ بندے کی روح کا خدا کے ساتھ حلول و امتزاج کر جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بندے کا اعلیٰ ترین مقام یہ ہے کہ اس کی روح خدا کے ساتھ امتزاج و حلول کر جائے۔

کہا جاتا ہے کہ حلاج نے "انا الحق" کا نعرہ بلند کیا تھا۔ اس کے اس دعویٰ کی بنا پر اس کے دعویٔ امتزاج و حلول پر روشنی پڑتی ہے۔ یعنی وہ بزعمِ خود ذاتِ خداوندی میں گم ہو کر اسی کا ایک حصہ ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں فلاح کے کئی ایک خیالات اور بھی تھے۔ مثلاً اس کا خیال تھا کہ حج ایک ظاہری ہے اور ایک باطنی۔ ظاہری حج تو یہ ہے کہ انسان مکہ مکرمہ جا کر حج ادا کرے۔ مگر باطنی حج یہ ہے کہ خود کعبہ چل کر اس کے پاس آئے اس دعوے کو باطنیت سمجھا گیا۔ ابن منصور حلاج کے انہی خیالات کی بنا پر ان کے خلاف علماء نے فتویٰ قتل دیا اور اسی بناء پر وہ گرفتار اور قتل کئے گئے تھے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان ملامتیوں، حلولیوں اور باطنیوں ہی کی وجہ سے بہت اونچے اونچے لوگ بھی تصوف سے برگشتہ نظر آتے ہیں۔ پانچویں صدی تک حلاج جیسے نام نہاد صوفیوں اور فلاسفہ، متکلمین و علوم شرعیہ کے حاملین کے درمیان کافی کھینچا تانی نظر آتی ہے۔ انہی غلط تحریکوں کی وجہ سے اسلامی تصوف بہت متاثر ہوا۔ حلاج کے واقعۂ قتل کے بعد تو فقہا، محدثین اور متکلمین نے اس قسم کے صوفیوں کے خلاف باقاعدہ محاذ قائم کر لیا تھا۔

الغرض اسلامی تصوف کی آڑ میں اس قسم کی کھچڑی اچھی طرح پک چکی تھی کہ امام غزالیؒ کی جاذبِ نظر شخصیت افق پر نمودار ہوئی اور حسن کو باطل سے کھرے کو کھوٹے سے اور صحیح اسلامی تصوف کو نام نہاد تصوف سے براہینِ قاطعہ اور مشاہداتِ قلبیہ کے ذریعہ آئینے کی طرح صاف و شفاف کر دیا۔ (باقی آئندہ)

علم کی تکمیل شیرانوالہ میں ہوگی
فضلاء دیوبند کو شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی ہدایت!
جس سلسلہ کے متعلق حضرت مدنی رحمہ اللہ نے ہدایت فرمائی وہ ہے:—
دورۂ تفسیر قرآن
جسے
علامۃ العصر حضرت امام العلماء لاہوری قدس سرہٗ نے خود پڑھایا!
اور
ان کے بعد جانشین شیخ التفسیرؒ پڑھا رہے ہیں
امسال
عالم اسلام کے نامور سکالر، محقق، محدث، فقیہہ اور اکابر علماء حق کے مشن کے وارث
حضرت العلام
مولانا مفتی محمود زید مجدہم
بھی باقاعدگی سے درس دیں گے
یکم شعبان کو دورہ شروع ہوگا۔ داخلہ کے لئے جلدی کریں
طلبہ کی تمام ضروریات کی انجمن کفیل ہوگی
نوٹ: حضرت مفتی صاحب نے حتمی وعدہ فرمالیا ہے
درخواستیں بنام ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور بھجوائیں

ارشادات سید عبدالقادر جیلانیؒ

۱۔ تنہائی کو پسند کر کہ اس میں ناموری کی سب سے بڑا امن ہے۔

۲۔ وعظ خالصۃً للہ کرو ورنہ تیرا گونگا پن ہی کافی ہے۔

۳۔ جب تک تیرا غرور اور غصہ باقی ہے اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر۔

۴۔ وہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو اور وہ معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ بن جاتے ہیں۔

۵۔ جو خدا سے واقف ہو جاتا ہے وہ مخلوق کے سامنے متواضع ہو جاتا ہے۔

۶۔ شکستہ قبروں پر غور کر دیکھ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

۷۔ دنیا کی محبت سے خاصان خدا کو پہچاننے والی آنکھ اندھی رہتی ہے۔

۸۔ تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا اور عمل کرنا، پھر اوروں کو علم سکھانا ہے۔

۹۔ اوروں پر ہر دم نیک گمان رکھ اور اپنے نفس پر بدگمان رہ۔

۱۰۔ اے عالم! اپنے علم کو دنیا داروں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے میلا نہ کر۔

۱۱۔ بدگمانی تمام فائدوں کو بند کر دیتی ہے۔

مرسلہ: محمد آصف نعمت اللہ

دعائے مغفرت

جمعیت علماء اسلام ضلع سرگودھا کے امیر مولانا مولا بخش کی ہمشیرہ اور حضرت جانشین شیخ التفسیر کے خادم قاری محمد ایوب صاحب آف مری کے والد محترم انتقال کر گئے۔

ادارہ خدام الدین ہر دو حضرات کے غم میں برابر کا شریک ہے خدا مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ (ادارہ)

بقیہ: احسن القصص

آگے ہیں اور غصے میں یہ کہتے ہیں کہ باپ سٹھیا گیا ہے
اس کی عمر زیادہ ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ صریح
غلطی کر رہا ہے ورنہ ہم کو چاہتا ہم سے محبت کرتا۔
ان دو سے زیادہ اس کی محبت کیوں ہے؟
اب کیا کرنا چاہیے؟ اس کا کوئی مداوا ہونا چاہیے!
اور یہ دونوں ہم سے زیادہ عزیز ہیں اور بن یامین کو
چھوڑو، وہ تو شاید یوسف کی وجہ سے عزیز ہے کہ اس
کا بھائی ہے۔ اصل جو مرکزی شخصیت ہے وہ تو یوسف
کی ہے۔ یوسف کے بارے میں کچھ سوچنا چاہیے کہ اسے
کیا کیا جائے۔ چنانچہ وہ آپس میں ایک میٹنگ کرتے ہیں
اس میٹنگ میں ایک قرارداد پاس کرتے ہیں میٹنگ میں
کیا باتیں ہوئیں اور کیا قرارداد پاس ہوئی۔ یہ ان شاء اللہ
آئندہ درس میں!

خط و کتابت کرتے وقت

اپنا خریداری نمبر یا کٹ نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل نہیں ہوگی۔